ایک اور روایت میں ہے کہ: بے زبان جانور کا خون بہا معاف ہے ۔ (بخاری)

اگر مالک نے دانستہ غفلت کی ہے جیسا کہ سوالنامہ میں ہے تو اس صورت میں جانور کا مالک اور چرواہا ضامن ہے، تاوان دینا پڑے گا الایہ کہ اسے معاف کردیا جائے! تاوان بھینس کی بھینس یا اس کی قیمت یا جس پر دونوں مفاہمت کر لیں۔

حضرت امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں اگر (حادثہ) سوار کے باگ موڑنے کا نتیجہ ہوتا تو صحابہ اس کو ضامن قرار دیتے تھے۔

ویضمنون من رد العنان (بخاری باب العجماء جبار)

حضرت حماد فرماتے ہیں کہ اگر یہ حادثہ جانور کو چھیڑنے اور انگیخت کرنے کی وجہ سے پیش آیا ہے تو پھر تاوان دینا چاہیے۔

قال حماد: لا تضمن النفحة الا ان ینخس انسان الدابة (بخاری باب العجماء جبار)

کیونکہ اب یہ فعل جانور کے بجائے انسان کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ شوافع کا بھی یہی نظریہ ہے ان کا کہنا ہے کہ: اگر مالک یا نگران ہمراہ موجود ہے تو اب وہ جانور کے ہر فعل کا ذمہ دار ہے۔

وقال الشافعیة اذا کان مع البھیمة انسان فانه یضمن ما اتلفته من نفس او عضو او مال سواء کان سائقا او راکبا او قائدا، سواء کان مالکا او اجیرا او مستاجرا او مستعیرا او غاصبا وسواء اتلفت بیدھا او رجلھا او ذنبھا او راسھا وسواء کان لیلا و نھارا والحجة فی ذلك ان الاتلاف لا فرق بین العمد وغیرہ ومن ھو مع البھیمة حاکم علیھا فھی کالاٰلة بیدہ ففعلھا منسوب الیه سواء حملھا علیه ام لا (فتح الباری ص ۲۱/۲۸)

۳- ٹھیکے پر دینے کا رواج ۔ ثلث کذبات ۔ جناب پرویز اور مولانا مودودی میں فرق

۱- بعض دفاتر اور اداروں میں ٹھیکے پر کھوکھے یا دکان کھولنے کا رواج ہے۔ ٹھیکے کا فیصلہ ہو جانے کے بعد دوسرے کسی شخص کو وہاں دکان کھولنے، کھوکھا یا چھابڑا لگانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

۲- صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر بھر میں صرف تین جھوٹ بولے تھے، کیا اس سے نبوت پر حرف نہیں آسکتا۔

۳- پرویز صاحب تین جھوٹ والی روایت کو لے کر بخاری اور دوسری حدیثوں کا بڑا مذاق اڑاتے

ہیں۔ مولانا مودودی بھی اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ دونوں میں کیا فرق رہا۔

الجواب: یہ استفتاء رمضان مبارک کے شروع میں آیا تھا مگر لفافہ نگاہ سے اوجھل ہوگیا تھا۔ اس لیے جواب میں جو تاخیر ہوئی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

ٹھیکے کا مروجہ سسٹم۔ دورِ جاہلیت میں بھی اس کی ایک ادھوری اور بالکل ابتدائی سی شکل کا ثبوت ملتا ہے، دومۃ الجندل کے دو قبیلوں کلب اور جدیلہ، میں سے جس کا رئیس غالب آجاتا، وہ اس بازار کا حاکم بھی ہوتا اور خود تاجر بھی، اور جب تک اس کا اپنا مال نہ فروخت ہوجاتا دوسرے کسی تاجر کو دوکان لگانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی (کتاب الامکنہ والازمنہ)

اسلام چاہتا ہے کہ: کاروبار کے دروازے سب پر یکساں کھلے ہوں اور رزق کے کسی شعبہ پر کسی فرد یا گروپ کی اجارہ داری نہ ہو تاکہ خلق خدا کو بافراغت اور ارزاں روزی میسر ہو، اس لیے احتکار جیسی صورتوں کے خلاف سخت اقدامات کیے گئے ہیں، بازار میں داخل ہونے سے پہلے راستہ میں کسی کاروباری سے مال خرید کر بازار میں من مانے دام کھرے کرنے کی کوشش کرنے کی بھی مذمت کی گئی ہے۔ کیونکہ عوام کی قوتِ خرید پر اس کے غلط اثرات پڑنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔

اسلام نے درآمدی اور برآمدی مال پر ٹیکس کو پسند نہیں کیا، تاکہ عوام کو ارزاں اور وافر ضروریاتِ زندگی حاصل ہوں۔ گو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں یہ ٹیکس جاری کر دیا تھا مگر جوابی کارروائی کے طور پر، کیونکہ غیر مسلم ریاستیں مسلمانوں سے ایسا معاملہ کرتی تھیں۔

بہرحال سوال میں ٹھیکے کی جو شکل بتائی گئی ہے وہ جائز نہیں ہے؛ حضرت امام ابن القیم نے اسے ظلم اور رحمتِ الٰہی کی وسعتوں کے خلاف ایک سازش قرار دیا ہے۔

ومن اقبح الظلم ايجار الحانوت على الطريق او فى القرية باجرة معينة على ان لا يبيع احد غيره فهذا ظلم حرام..... وهو نوع من اخذ اموال الناس قهرا واكلها بالباطل وفاعله قد تحجر واسعا فيخاف عليه ان يحجر الله عنه رحمته كما حجر على الناس فضله ورزقه (الطرق الحكمية ص ۲۲۴)

امام ابن القیم مخصوص اشیا کی رجسٹریشن کو بھی ظلم قرار دیتے ہیں، کیونکہ اس اجارہ داری سے وہ عوام کی جیبوں پر ڈاکے ڈالے گا۔

ومن ذلك ان يلزم الناس ان لا يبيع الطعام او غيره من الاصناف الا ناس معروفون فلا تباع تلك السلع الا لهم ثم يبيعونها هم بما يريدون فلو باع غيرهم ذلك منع وعوقب فهذا من البغى فى الارض والفساد والظلم الذى يحبس به قطر السماء۔